فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۸۸)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❁ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كُنَّا جُلُوسًا نَنْتَظِرُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَخَرَجَ عَلَيْنَا مِنْ بَعْضِ بُيُوتِ نِسَائِهٖ، قَالَ : فَقُمْنَا مَعَهٗ، فَانْقَطَعَتْ نَعْلُهٗ، فَتَخَلَّفَ عَلَيْهَا عَلِيٌّ يَخْصِفُهَا، فَمَضٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَضَيْنَا مَعَهٗ، ثُمَّ قَامَ يَنْتَظِرُهٗ وَقُمْنَا مَعَهٗ، فَقَالَ : إِنَّ مِنْكُمْ مَنْ يُقَاتِلُ عَلٰى تَأْوِيلِ هٰذَا الْقُرْآنِ، كَمَا قَاتَلْتُ عَلٰى تَنْزِيلِهٖ، فَاسْتَشْرَفْنَا وَفِينَا أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ فَقَالَ : لَا، وَلٰكِنَّهٗ خَاصِفُ النَّعْلِ، قَالَ : فَجِئْنَا نُبَشِّرُهٗ، قَالَ : وَكَأَنَّهٗ قَدْ سَمِعَهٗ.

''ایک دن ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتظار میں بیٹھے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زوجہ کے گھر سے تشریف لائے، ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل دیئے، راستے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جوتا ٹوٹ گیا، سیدنا علی رضی اللہ عنہ رُک کر جوتا گانٹھنے لگے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آگے چل پڑے، ہم بھی چلتے رہے۔ ایک جگہ پہنچ کر کھڑے ہو

گئے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا انتظار کرنے لگے، ہم بھی کھڑے ہو گئے، اسی دوران نبی کریم ﷺ نے فرمایا: آپ میں ایک ایسا آدمی ہوگا، جو قرآن کریم کی تاویل وتفسیر پر اسی طرح قتال کرے گا، جیسے میں نے اس کی تنزیل پر قتال کیا تھا۔ یہ سن کر ہم جھانک کر دیکھنے لگے، اس وقت ہمارے درمیان سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے، لیکن نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وہ خاصف النعل (جوتا گانٹھنے والا) ہے۔ اس پر ہم سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو یہ خوشخبری سنانے کے لئے آئے، تو ایسا محسوس ہوا کہ انہوں نے بھی یہ سن لی ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 82/3)

جواب: اس کی سند حسن ہے۔

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (۶۹۳۷) اور امام حاکم رحمہ اللہ (۱۲۲/۳) نے ''صحیح'' کہا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

یہ حدیث اعلام نبوت میں سے ہے۔ جس سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی منقبت وفضیلت ثابت ہوتی ہے کہ فتنہ خوارج کے خلاف برسرپیکار ہونے کی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے ان کی مدح وتعریف فرمائی ہے۔

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدِيْثٌ فِي مَدْحِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلٰى قِتَالِ الْخَوَارِجِ قَبَّحَهُمُ اللّٰهُ .

''اس حدیث میں خوارج کے خلاف قتال کرنے پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی تعریف ہے، اللہ خوارج کو تباہ و برباد کرے۔''

(البِداية والنّهاية : 305/7)

(سوال): درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثَلَاثَةٌ لَيْسَ عَلَيْهِمْ حِسَابٌ فِيمَا طَعِمُوا إِذَا كَانَ حَلَالًا؛ الصَّائِمُ، وَالْمُتَسَحِّرُ، وَالْمُرابِطُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ .

''تین طرح کے لوگ حلال کھائیں، تو ان سے کھانے کے متعلق حساب نہیں ہو گا؛ ① روزہ دار (روزہ افطار کرنے والا) ② سحری کھانے والا ③ راہِ خدا میں پہرہ دینے والا۔''

(المعجم الكبير للطّبراني : 12012)

(جواب): روایت من گھڑت ہے۔

① ابوصباح عبدالغفور واسطی ''وضاع'' ہے۔

② عبداللہ بن عصمہ ''مجہول'' ہے۔

تنبیہ:

اس معنی کی روایات دیگر صحابہ سے بھی مروی ہیں، سب کی سب ضعیف و باطل ہیں۔

(سوال): درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❁ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

قَدِمَ وَفْدُ ثَقِيفٍ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ جِئْنَاكَ نَسْأَلُكَ عَنِ الْإِيمَانِ أَيَزِيدُ أَوْ يَنْقُصُ قَالَ : إِيمَانٌ مُتَثَبِّتٌ فِي الْقُلُوبِ كَالْجِبَالِ الرَّوَاسِي وَزِيَادَتُهُ

وَنُقْصَانُهُ كُفْرٌ .

''بنوثقیف کا وفد رسول اللہ ﷺ کے خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اللہ کے رسول! ہم آپ سے ایمان کے متعلق سوال کرنے کے لیے آئے ہیں، ایمان میں کمی یا زیادتی ہوتی ہے؟ فرمایا: ایمان دلوں میں پہاڑوں کی طرح ثابت رہتا ہے، اس میں زیادتی یا کمی کفر ہے۔''

(کتاب المَجروحین لابن حبان : 103/2)

(جواب): روایت جھوٹی ہے۔

① عثمان بن عبداللہ اُموی ''کذاب'' ہے۔
② ابومہزم تمیمی بصری ''متروک'' ہے۔
③ جعفر بن احمد بن سلمہ سلمی نیشاپوری کی توثیق نہیں۔

❀ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا شَيْءٌ وَضَعَهُ أَبُو مُطِيعٍ الْبَلْخِيُّ عَلٰى حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ فَسَرَقَهُ هٰذَا الشَّيْخُ وَحَدَّثَ عَنْهُ .

''اس روایت دراصل ابومطیع بلخی نے گھڑ کر حماد بن سلمہ سے منسوب کر دیا۔ پھر اس شیخ (عثمان بن عبداللہ اُموی) نے اس حدیث کا سرقہ کر کے بیان کر دیا۔''

(کتاب المَجروحین : 103/2)

❀ حافظ جورقانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ لَا يَرْجِعُ مِنْهُ إِلَى الصِّحَّةِ، وَلَيْسَ هٰذَ الْحَدِيثُ أَصْلًا مِنْ حَدِيثِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَعُثْمَانُ بْنُ عَبْدِ

اللّٰهِ الْمَغْرِبِيُّ هٰذَا كَذَّابٌ، فَسَرَقَ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ أَبِي مُطِيعٍ .

''یہ حدیث کسی لحاظ سے صحیح نہیں ہو سکتی، رسول اللہ ﷺ سے اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ یہ عثمان بن عبداللہ مغربی کذاب ہے، اس نے یہ حدیث ابو مطیع بلخی سے سرقہ کی ہے۔''

(الأباطيل والمَناكير :146/1)

تنبیہ:

جس طریق میں ابو مطیع بلخی کا ذکر ہے، وہ بھی کذاب اور نا معلوم افراد پر مشتمل ہے۔

سوال: کیا روزہ دار دوران سفر روزہ توڑ سکتا ہے؟

جواب: دوران سفر روزہ ختم کیا جا سکتا ہے، کیونکہ مسافر کو روزہ چھوڑنے کی رخصت ہے، رمضان کے بعد قضا کر لے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَامَ عَامَ الْفَتْحِ حَتّٰى إِذَا بَلَغَ الْكَدِيدَ أَفْطَرَ .

''رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے سال (سفر میں) روزہ رکھا، جب کدید نامی جگہ پر پہنچے، تو روزہ توڑ دیا۔''

(صحيح البخاري : 1944، صحيح مسلم : 1113، المُنتقى لابن الجارود : 398)

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❁ سیدنا عبداللہ بن رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

خَيْرُ مَاءٍ عَلٰى وَجْهِ الْأَرْضِ مَاءُ زَمْزَمَ فِيهِ طَعَامٌ مِنَ الطُّعْمِ

وَشِفَاءٌ مِنَ السُّقْمِ .

''روئے زمین پر سب سے بہترین پانی زمزم ہے، اس میں مکمل غذا ہے اور بیماریوں سے شفا ہے۔''

(المُعجم الكبير للطّبراني : 11167، المعجم الأوسط للطّبراني : 8129)

(جواب): اس کی سند حسن ہے۔ یہ روایت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے موقوف بھی مروی ہے۔

(سوال): درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَاكُ آخِرَ النَّهَارِ وَهُوَ صَائِمٌ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزے کی حالت میں دن کے آخری وقت مسواک کرتے تھے۔''

(كتاب المَجروحين لابن حبان : 144/1)

(جواب): سند باطل ہے۔ ابومیسرہ احمد بن عبداللہ بن میسرہ حرانی سخت ضعیف ہے۔ اس روایت کو مرفوع بیان کرنا خطا ہے، اس کا موقوف ہونا ہی درست ہے۔

❀ امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اسے ''باطل'' کہا ہے۔

(كتاب المَجروحين : 144/1)

فائدہ:

روزہ کی حالت میں مسواک کرنا جائز ہے۔

(سوال): میت کے ناخن بڑھے ہوئے ہوں، تو کیا انہیں تراشا جا سکتا ہے؟

(جواب): اگر کوئی کسی شرعی عذر کی بنا پر یا سستی و کاہلی کی وجہ سے ناخن نہ تراش سکا اور اسے موت آ گئی، تو زندہ لوگ اس کے ناخن نہیں تراشیں گے، کیونکہ اس عمل کی کوئی شرعی دلیل نہیں، نیز یہ عمل زندہ لوگوں کے لیے باعث ضرر ہے، جبکہ میت کو اس کا کوئی فائدہ نہیں۔

❀ امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ كَانَ يَكْرَهُ أَنْ يُّؤْخَذَ مِنْ عَانَةِ أَوْ ظُفُرِ الْمَيِّتِ .

''وہ میت کے زیر ناف بال مونڈھنا اور اس کے ناخن تراشنا مکروہ سمجھتے تھے۔''

(مصنف ابن أبي شيبة : 245/3، وسندهٗ صحيحٌ)

اس کے خلاف اسلافِ امت سے کچھ ثابت نہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے میت کو غسل دیا اور استرا منگوایا۔

(مصنّف ابن أبي شيبة : 246/3)

اس کی سند مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

❀ امام حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا:

تُقَلَّمُ أَظْفَارُ الْمَيِّتِ .

''میت کے ناخن اتار دیے جائیں گے۔''

امام شعبہ بن حجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے یہ بات حماد رحمہ اللہ کے سامنے ذکر کی، تو انہوں نے اس کا رد کیا اور فرمایا:

أَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ أَقْلَفَ، أَيُخْتَتَنُ؟

''بھلا بتائیے کہ اگر وہ مختون نہ ہو، تو کیا اس کا ختنہ بھی کیا جائے گا؟''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 246/3، وسندهٗ صحيحٌ)

یہ سارے کام زندگی سے متعلق ہیں۔ اگر اس نے زندگی میں سستی کاہلی کی ہے، تو اس کا گناہ لکھ دیا گیا ہے اور اگر کسی شرعی عذر کی بنا پر ایسا نہ کر سکا، تو اسے معاف کر دیا جائے گا۔ اب موت کے بعد کی صفائی پر کوئی جزا و سزا نہیں۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے جب اس بارے میں پوچھا گیا، تو فرمایا:

مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُولُ ذٰلِكَ، وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُولُ : إِذَا كَانَ أَقْلَفَ أَيُخْتَتَنُ؟، يَعْنِي : لَا يُفْعَلُ .

”بعض لوگ کہتے ہیں: میت کے ناخن کاٹ دیے جائیں، جبکہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر وہ مختون ہو، تو کیا اس کا ختنہ کیا جائے گا؟ یعنی ایسا کرنا درست نہیں۔“

(مسائل الإمام أحمد لأبي داوٗد : 246/3)

جب غیر مختون کا موت کے بعد ختنہ کرنے کا کوئی بھی قائل نہیں، تو ناخن اور بال کاٹنا بھی جائز نہیں۔

ثابت ہوا کہ میت کے ناخن کاٹنا درست نہیں۔ یہ مُردے کے لیے بے فائدہ اور زندوں کے لیے تکلیف دہ عمل ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

معبد بن ہوذہ جہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لِيَتَّقِهِ الصَّائِمُ .

”روزہ دار سرمہ لگانے سے اجتناب کرے۔“

(سنن أبي داود : 2377)

جواب: روایت ضعیف و منکر ہے۔

① عبدالرحمٰن بن نعمان بن معبد ''ضعیف'' ہے۔

② نعمان بن معبد ''مجہول الحال'' ہے، اسے صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ''الثقات: ۷/ ۵۳۰'' میں ذکر کیا ہے۔

❀ اس روایت کو امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے ''منکر'' کہا ہے۔

(سنن أبي داود، تحت الحديث : 2377)

❀ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے بھی ''منکر'' کہا ہے۔

(مسائل أبي داود : 1891)

تنبیہ:

روزے میں سرمہ لگانا جائز ہے۔ اس بارے میں ممانعت یا کراہت ثابت نہیں۔

❀ امام سلیمان بن مہران اعمش رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَا رَأَيْتُ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِنَا يَكْرَهُ الْكُحْلَ لِلصَّائِمِ .

''میں اپنے اصحاب میں کسی کو نہیں جانتا، جو روزہ دار کے لیے سرمہ لگانے کو مکروہ کہتا ہو۔''

(سنن أبي داود : 2379، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں شرک کے رد میں کون سی مثالیں بیان کی ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں شرک کی قباحت و بطلان کے سلسلے میں جو دلائل دیئے ہیں، ان میں بہت سی مثالیں بھی ہیں، جن میں شرک اور اہل شرک کو بدترین صورت میں پیش کر کے لوگوں کو ان سے متنفر کیا گیا ہے۔

❀ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرمان باری تعالیٰ : ﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا

رَّجُلًا فِيهِ شُرَكَاءُ مُتَشَاكِسُونَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِرَجُلٍ هَلْ يَسْتَوِيَانِ مَثَلًا، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ﴾(الزُّمر : ٢٩) ''**اللہ تعالیٰ نے مثال بیان کی ہے کہ ایک غلام میں بہت سے جھگڑالو مالک شریک ہیں اور ایک غلام ایسا ہے، جو خالص ایک ہی مالک کا ہے۔ کیا مثال میں دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔**'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

> ''یہ مثال اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مشرک اور موَحد کے لیے بیان کی ہے، مشرک اس غلام کی طرح ہے، جس میں ایک جماعت حصہ دار ہے، ان سب کو خوش کرنا اس کے بس کی بات نہیں اور موحد آدمی چونکہ صرف ایک اللہ کی عبادت کرتا ہے، تو اس کی مثال ایک آدمی کے غلام کی طرح، وہ اسی کے لیے خاص ہوتا ہے اور اس کے مقاصد کو بخوبی جانتا ہے، اس کی رضا وخوشنودی حاصل کرنے کا طریقہ بھی اسے معلوم ہوتا ہے، وہ حصہ داروں کے بغض وعناد سے محفوظ ایک ہی مالک کا غیر متنازع فیہ غلام ہوتا ہے، اس کے مالک کا لطف وکرم، شفقت، احسان اور خیر خواہی بھی اسے حاصل ہوتی ہے، کیا یہ دونوں غلام برابر ہو سکتے ہیں؟ ایک ہی مالک کے لیے خاص، اس کی شفقت، تعاون، احسان، نظر کرم اور خیر سگالی کا مستحق بنتا ہے، جبکہ کئی حصہ دار مالکوں کا غلام، اس سے محروم رہتا ہے، سب تعریف اللہ کی ہے، لیکن اکثر مشرک اس بات کو نہیں جانتے۔''

(كتاب الأمثال، ص 53)

۞ **نیز آیت مبارکہ:** ﴿ضَرَبَ لَكُمْ مَثَلًا مِّنْ أَنْفُسِكُمْ هَلْ لَكُمْ مِنْ مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ مِنْ شُرَكَاءَ فِي مَا رَزَقْنَاكُمْ فَأَنْتُمْ فِيهِ سَوَاءٌ﴾

(الرّوم : ۲۸) ''اللہ نے تمہارے لیے تم میں سے ہی مثال بیان کی ہے، کیا تمہارے زیر دست غلاموں میں سے کوئی ہمارے دیئے ہوئے مال میں تمہارے شریک بن سکتے ہیں کہ تم اس (مال) میں برابر کے حصہ دار ہو جاؤ؟'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''یہ ایک قیاسی دلیل ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین کے لیے بیان کیا ہے جو اللہ کے بندوں اور اس کی زیر مملکت چیزوں کو اس کا شریک بناتے تھے، ان پر ایسی دلیل پیش کی، جس کی حقیقت وہ اپنے نفس کے اندر پاتے تھے اور اس کو سمجھنے کے لیے دوسروں کے محتاج نہیں تھے، سب سے عمدہ دلیل وہ ہے، جو انسان اپنے اندر سے حاصل کرے اور اپنے ہاں معلوم و معین طریقے سے حجت بنائے، چنانچہ فرمان ہوا کہ کیا تمہارے غلام اور لونڈیاں اس طرح تمہارے مال اور اہل میں شریک ہو سکتے ہیں کہ وہ تمہارے برابر ہو جائیں؟ جب تم اسے اپنے لیے ناپسند کرتے ہو، تو میری مخلوق و مملوک ہستیوں کو میرے برابر کیوں کرتے ہو؟ اگر یہ کام تمہاری عقلوں کے مطابق تمہارے لیے باطل ہے، تو میرے لیے اسے کیوں ممکن سمجھتے ہو، حالانکہ یہ کام تمہارے حق میں ممکن ہے، کیونکہ تمہارے غلام تمہاری حقیقی ملکیت نہیں ہیں، بلکہ تمہارے بھائی ہیں، اللہ نے انہیں تمہارے مطیع کر دیا ہے، تم دونوں ہی میرے بندے ہو، جبکہ جن کو تم میرے شریک ٹھہراتے ہو، وہ میری مخلوق اور ملکیت ہیں۔ عقل والوں کے لیے آیات اسی طرح تفصیل سے بیان کی جاتی ہیں۔''

(كتاب الأمثال، ص 26)

✿ فرمان الٰہی: ﴿مَثَلُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللّٰهِ أَوْلِيَاءَ كَمَثَلِ

الْعَنْكَبُوتِ﴾(العنكبوت : ٤١) ''ان لوگوں کی مثال جواللہ کے علاوہ کارساز بنائے ہوئے ہیں،مکڑی جیسی ہے۔'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''اس مثال میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مشرکین کمزورترین مخلوق ہیں،انہوں نے تو اللہ کے سوا کارساز بنائے تھے،لیکن وہ ان سے کمزوری کے علاوہ کچھ حاصل نہ کر سکے، جیسا کہ فرمان الٰہی ہے : ﴿وَاتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللّٰهِ آلِهَةً لِّيَكُونُوا لَهُمْ عِزًّا ٭كَلَّا سَيَكْفُرُونَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُونُونَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا٭﴾(مريم : ٨١-٨٢) ''انہوں نے اللہ کے علاوہ معبود بنائے، تا کہ ان کی مدد ہو سکے،لیکن وہ معبود ان کی مدد نہیں کر سکتے،عنقریب وہ (قیامت کے دن) ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے اور ان کے مخالف ہو جائیں گے۔'' ایک مقام پر مشرک قوموں کی ہلاکت کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا:﴿وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلٰكِنْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ فَمَا أَغْنَتْ عَنْهُمْ آلِهَتُهُمُ الَّتِي يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ لَّمَّا جَاءَ أَمْرُ رَبِّكَ وَمَا زَادُوهُمْ غَيْرَ تَتْبِيبٍ﴾(هود : ١٠١) ''ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا تھا، بلکہ انہوں نے خود اپنی جانوں پر ظلم کیا، جب اللہ کا عذاب آیا، تو انہیں ان کے وہ معبودان باطلہ ذرا بھی بچا نہ سکے، جنہیں وہ اللہ کے علاوہ پکارا کرتے تھے،انہوں نے سوائے ہلاکت کے انہیں کچھ نہ دیا۔'' یہ چاروں مقامات قرآنی وضاحت کرتے ہیں کہ جو بھی اللہ کے سوا کسی کو قوت بڑھوتری اور مدد کے لیے دوست بناتا ہے، اسے اس سے اپنے مقصود کے برعکس نتیجہ حاصل ہوتا ہے،

قرآن میں اس طرح کی اور مثالیں بھی ہیں، لیکن شرک کے بطلان، مشرک کے خسارے اور خلاف توقع نتائج کے حصول کی یہ سب سے بہترین اور واضح مثال ہے۔"

(كتاب الأمثال، ص 21)

﴿وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ﴾(الحجّ : ٣١)

"جو اللہ کے ساتھ شریک کرتا ہے، گویا آسمان سے گر پڑا ہے۔" کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"اس مثال اور اللہ کے ساتھ شرک کرنے والے پر اس کی مطابقت پر غور کریں، اس تشبیہ میں آپ دو انداز اختیار کر سکتے ہیں؛ ایک تو یہ کہ اسے تشبیہ مرکب بنائیں، اس طرح اللہ کے ساتھ شریک کرنے والا اور اس کے علاوہ کسی اور کی عبادت کرنے والا اس شخص سے تشبیہ دیا گیا ہے، جو خود اپنی ہلاکت کا ایسا سبب بنا کہ اب بچاؤ کی صورت نہیں، اسے آسمان سے گرنے والے کی صورت میں پیش کیا گیا ہے، پرندے اسے فضا میں ہی جھپٹ لیتے ہیں، اپنے پنجوں میں ٹکڑے ٹکڑے کر کے ڈال لیتے ہیں، یا تیز تند ہوا اسے دور کے بیابان میں پھینک دیتی ہے، اس صورت میں آپ کو تشبیہ کے ہر فرد کو مشبہ بہ کے ہر فرد سے موازنہ کر کے نہیں دیکھنا پڑے گا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ آپ اسے تشبیہ مفرق بنائیں، چنانچہ مشبہ اور مشبہ بہ کا ہر فرد ایک دوسرے کے مقابلے میں لایا جائے گا، اس طرح ایمان وتوحید کو شرف اور بلندی و وسعت میں آسمان سے تشبیہ دی گئی ہے جو اوپر چڑھنے اور نیچے اترنے کی جگہ ہے اور ایمان وتوحید کے مخالف کو آسمان سے نیچے گرنے والے سے تشبیہ دی گئی ہے، جہاں سخت تنگی ہے، پے درپے تکالیف ہیں اور ان پرندوں کو جو اسے نوچتے ہیں، ان کو ان

شیاطین کی صورت میں پیش کیا گیا ہے، جن کو اللہ تعالیٰ انہیں ان کی ہلاکت کی جگہوں کی طرف جوش دینے کے لیے بھیجتا ہے، چنانچہ ہر شیطان کا اس کے دین اور دل میں حصہ ہوتا ہے، جیسے ہر پرندے کا اس کے گوشت میں حصہ ہوتا ہے اور وہ ہوا جو اسے دور کی جگہ میں پھینکتی ہے، اس کی وہ خواہش ہے، جو اسے اپنا آپ آسمان سے نیچے اور دور ترین جگہ میں پھینکنے پر آمادہ کرتی ہے۔''

(کتاب الأمثال، ص 46)

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❁ کعب احبار رحمہ اللہ سے مروی ہے:

إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى أَنْزَلَ عَلٰى آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عِصِيًّا بِعَدَدِ الْأَنْبِيَاءِ الْمُرْسَلِينَ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى ابْنِهٖ شِيثَ، فَقَالَ : أَيْ بُنَيَّ! أَنْتَ خَلِيفَتِي مِنْ بَعْدِي، فَخُذْهَا بِعِمَارَةِ التَّقْوٰى وَالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى، وَكُلَّمَا ذَكَرْتَ اللّٰهَ تَعَالٰى فَاذْكُرْ إِلٰى جَنْبِهٖ اسْمَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِنِّي رَأَيْتُ اسْمَهٗ مَكْتُوبًا عَلٰى سَاقِ الْعَرْشِ، وَأَنَا بَيْنَ الرُّوحِ وَالطِّينِ، ثُمَّ إِنِّي طُفْتُ السَّمٰوَاتِ، فَلَمْ أَرَ فِي السَّمَاءِ مَوْضِعًا إِلَّا رَأَيْتُ اسْمَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكْتُوبًا عَلَيْهِ، وَإِنَّ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ أَسْكَنَنِي الْجَنَّةَ، فَلَمْ أَرَ فِي الْجَنَّةِ قَصْرًا وَّلَا غُرْفَةً إِلَّا رَأَيْتُ اسْمَ مُحَمَّدٍ مَّكْتُوبًا عَلَيْهِ، وَلَقَدْ رَأَيْتُ اسْمَ مُحَمَّدٍ مَّكْتُوبًا عَلٰى

نُحُورِ الْحُورِ الْعِينِ، وَعَلٰى وَرَقِ قَصَبِ آجَامِ الْجَنَّةِ، وَعَلٰى وَرَقِ شَجَرَةِ طُوبٰى، وَعَلٰى وَرَقِ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى، وَعَلٰى أَطْرَافِ الْحُجُبِ، وَبَيْنَ أَعْيُنِ الْمَلائِكَةِ، فَأَكْثِرْ ذِكْرَه، فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَذْكُرُه فِي كُلِّ سَاعَاتِهَا، صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام پر تمام انبیا مرسلین کی تعداد کے برابر لاٹھیاں نازل فرمائیں۔ پھر وہ اپنے بیٹے شیث کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: بیٹا! میرے بعد تُو میرا خلیفہ ہے۔ انہیں تقویٰ اور عروۂ وثقیٰ کے ذریعے پکڑ لے۔ جب بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے تو ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بھی لینا۔ میں نے اس وقت عرش کے پائے پر ان کا نام لکھا دیکھا تھا جب میں روح اور مٹی کے درمیان تھا۔ پھر میں نے آسمانوں کا چکر لگایا تو ایسی کوئی جگہ نہ تھی جہاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نہ ہو۔ میرے رب نے مجھے جنت میں بسایا، تو میں نے جنت میں کوئی محل یا کمرہ نہیں دیکھا، جہاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نہ ہو۔ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام جنت کی حوروں کے سینوں پر لکھا دیکھا، جنت کے محلات کی اینٹوں پر، طوبیٰ درخت کے پتوں پر، سدرۃ المنتہیٰ کے پتوں پر، نور کے پردوں کے اطراف پر اور فرشتوں کی آنکھوں کے درمیان لکھا دیکھا۔ تُو ان کا ذکر کثرت سے کیا کر، کیونکہ فرشتے ہر وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے ہیں۔''

(الدّيباج للخَتّلي: 112، تاريخ ابن عساكر: 281/23)

جواب: جھوٹی روایت ہے۔

① محمد بن خالد دمشقی ہاشمی کے بارے میں ابوحاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ يَكْذِبُ .

''یہ جھوٹ بولتا تھا۔''

(الجرح والتّعديل : 244/7)

② شریح بن عبید نے کعب احبار کا زمانہ نہیں پایا۔

❀ حافظ مزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ يُدْرِكْهُ .

''شریح نے کعب رحمہ اللہ کا زمانہ نہیں پایا۔''

(تَهذيب الكمال : 8/324-325)

③ محمد بن زفر اصبہانی کے حالاتِ زندگی نہیں مل سکے۔

④ زکریا بن یحییٰ مدائنی کے بارے میں حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَعْرِفْهُ .

''میں اسے پہچان نہیں پایا۔''

(مَجمع الزّوائد : 10/125-126)

⑤ صاحب کتاب اسحاق ختلی کے متعلق دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ بِالْقَوِيِّ .

''قوی نہیں۔''

(سؤالات الحاكم : 58)

❀ امام حاکم رحمہ اللہ نے ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

(سؤالات الحاكم : 58)

✿ حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

فِي كِتَابِهِ (الدِّيبَاجِ) أَشْيَاءُ مُنْكَرَةٌ.

''اس کی کتاب ''دیباج'' میں بہت سی منکر روایات ہیں۔''

(سِيَر أعلام النّبلاء: 343/13)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ سیدنا جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ شَهْرَ رَمَضَانَ مُعَلَّقٌ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَا يُرْفَعُ إِلَّا بِزَكَاةِ الْفِطْرِ.

''بلاشبہ ماہ رمضان آسمان اور زمین کے درمیان معلق رہتا ہے، جب تک صدقہ فطر ادا نہ کیا جائے، اوپر نہیں چڑھتا۔''

(العِلَل المُتناهية لابن الجوزي: 8/2)

جواب: سند ضعیف ہے۔

① محمد بن عبید بصری ''مجہول'' ہے۔

✿ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ نے ''مجہول'' کہا ہے۔

② اسماعیل بن ابی خالد کا عنعنہ ہے۔

✿ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ لَا يَصِحُّ.

''یہ حدیث ثابت نہیں۔''

(العِلَل المُتناهية: 8/2)

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَزَالُ صِيَامُ الْعَبْدِ مُعَلَّقًا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ حَتّٰى تُؤَدّٰى زَكَاةُ فِطْرِهٖ .

''بندے کے روزے آسمان اور زمین کے درمیان **معلق** رہتے ہیں، تا آنکہ وہ اپنا صدقہ فطر ادا کر دے۔''

(تاریخ بغداد للخطیب : 175/10)

سند سخت ضعیف ہے۔

① بقیہ بن ولید تدلیس تسویہ کرتا تھا، آخر سند تک سماع کی تصریح چاہیے۔

② عبد الرحمٰن بن عثمان کون ہے؟ معلوم نہیں ہو سکا!

③ عین ممکن ہے کہ عبد الرحمٰن بن عثمان اور سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے مابین ایک یا زیادہ واسطے گرے ہوں۔

④ محمد بن ابی السری عسقلانی ''کثیر الغلط'' ہے۔

❀ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ لَا يَصِحُّ .

''یہ حدیث ثابت نہیں ہے۔''

(العِلَل المتناهية : 8/2)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

إِنَّ رَجُلًا جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ خَاتَمٌ

مِّنْ شَبَهٍ، فَقَالَ لَهٗ : مَا لِي أَجِدُ مِنْكَ رِيحَ الْأَصْنَامِ فَطَرَحَهٗ، ثُمَّ جَاءَ وَعَلَيْهِ خَاتَمٌ مِّنْ حَدِيدٍ، فَقَالَ : مَا لِي أَرٰى عَلَيْكَ حِلْيَةَ أَهْلِ النَّارِ فَطَرَحَهٗ، فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، مِنْ أَيِّ شَيْءٍ أَتَّخِذُهٗ؟ قَالَ : اتَّخِذْهُ مِنْ وَّرِقٍ، وَّلَا تُتِمَّهٗ مِثْقَالًا .

''نبی ﷺ کی خدمت میں ایک آدمی آیا، اس نے پیتل کی انگوٹھی پہنی ہوئی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے آپ سے بتوں کی بدبو کیوں آرہی ہے؟ اس نے انگوٹھی پھینک دی۔ پھر آیا اور لوہے کی انگوٹھی پہن رکھی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا: میں آپ کو جہنمیوں کا زیور پہنے دیکھ رہا ہوں، اس نے وہ بھی دے پھینکی اور عرض گزار ہوا: اللہ کے رسول! کون سی انگوٹھی پہنوں؟ فرمایا: چاندی کی، یاد رہے کہ انگوٹھی میں ایک مثقال (وزن) سے زائد چاندی استعمال نہیں کرنی۔''

(سنن أبي داود : 4223، السّنن الکبرٰی للنّسائي : 9442، سنن التّرمذي : 1888)

جواب: سند ضعیف ہے۔ عبداللہ بن مسلم مروزی ابوطیب کا معاملہ واضح نہیں ہے۔

❁ امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يُكْتَبُ حَدِيثُهٗ، وَلَا يُحْتَجُّ بِهٖ .

''اس کی حدیث میں اضطراب ہے۔''

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 165/5)

❁ امام ابن حبان رحمہ اللہ اسے ''الثقات'' (۴۹/۷) میں ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

يُخْطِئُ وَيُخَالِفُ .

۞ حافظ نووی رحمہ اللہ (المجموع:۴/۴۱۵) فرماتے ہیں:

فِي إِسْنَادِهِ رَجُلٌ ضَعِيفٌ .

''اس کی سند میں ضعیف راوی ہے۔''

۞ امام نسائی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ''منکر'' کہا ہے۔

(السّنن الكبرىٰ للنّسائي، تحت الحديث : 9442)

سوال: کیا سیدہ اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حبشی نے کیا تھا؟

جواب: ثابت نہیں۔ یہ روایت مسند احمد (۶/ ۴۲۷)، سنن ابی داود (۲۰۸۶) اور سنن نسائی (۳۳۵۲) وغیرہ میں آتی ہے۔ اس کی سند ضعیف ہے، زہری کا عنعنہ ہے۔

معجم کبیر طبرانی (۲۳/ ۲۴۵) وغیرہ والی سند شدید ضعیف ہے۔

۱۔ ابوبکر بن ابی مریم سخت ضعیف ہے۔

۳،۲۔ محمد بن مصفی اور بقیہ دونوں تدلیس تسویہ کے مرتکب ہیں، آخر سند تک سماع کی تصریح چاہیے۔

صحیح مسلم (۲۵۰۱) میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فتح مکہ کے بعد کیا تھا۔ اس صحیح حدیث کے مقابلہ میں واقدی کذاب کے قول پر مؤرخین کا اتفاق کوئی معنی نہیں رکھتا۔